

ایک مؤمن، نکیل والے اونٹ کی طرح ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ (البقرہ: 27)

یعنی اللہ ہرگز اس سے نہیں شرماتا کہ کوئی سی مثال پیش کرے جیسے مچھر کی بلکہ اُس کی بھی جو اُس کے اوپر ہے۔ پس جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو ایمان لائے تو وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جنہوں نے انکار کیا تو وہ کہتے ہیں (آخر) یہ مثال پیش کرنے سے اللہ کا مقصد کیا ہے۔ وہ اس (مثال) کے ذریعہ سے بہتوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہتوں کو اس کے ذریعہ سے ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا۔

قرآن کتاب رحماں سکھائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضان

(در شمیم)

معزز سامعین کرام! اللہ تعالیٰ نے سورۃ الغاشیہ آیت 18 میں اَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْآيِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ فرما کر اور اونٹوں کے لئے ”ایل“ کے الفاظ استعمال کر کے ”اتباع امام“ کے حوالہ سے مؤمنوں کو اہم سبق دیا ہے۔ اونٹ کو مذہبی دنیا میں اہم مقام حاصل ہے۔ عرب میں اونٹ کے لئے ہزاروں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دو جگہ پر اونٹ کے لئے صرف ایل کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک کا ذکر ایسی سورۃ میں فرمایا جو ہر جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ پھر عیدین کے موقع پر بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

”ایل“ میں بے شمار خوبیاں ہیں۔ سواری کے کام آتا ہے، بوجھ لادنے کے کام آتا ہے، کوبان میں اپنی غذا جمع رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کو اونٹ کی کوبان قرار دیا ہے۔ جس طرح اونٹ اس میں اپنی غذا جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پڑنے پر اسے استعمال کرتا ہے اسی طرح ایک مؤمن رمضان میں اپنے لئے روحانی غذا اتنی جمع کر لیتا ہے کہ سال کے باقی دنوں میں کام آتی ہے اور اونٹ کی ایک خوبی جو ”اتباع امام“ پر لاگو ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اونٹ کو جب اگلے اونٹ سے باندھ دیا جائے تو وہ کبھی اپنے پیشرو سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا خواہ اونٹوں کی لمبی قطار کیوں نہ ہو۔ ہم یہ نظارہ ٹی وی یا نیٹ پر صحرا میں چلنے والے اونٹوں کو قطار میں چلتے دیکھتے ہیں۔ ویسے تو جب تک ربوہ میں جلسہ سالانہ ہوتا رہا ہم نے اپنی مادی آنکھوں سے اونٹوں پر پرالی آتی دیکھی جو ایک قطار میں چل رہے ہوتے تھے۔ کسی اونٹ کی کیا مجال کہ وہ اپنے سے اگلے اونٹ سے آگے نکلنے کی کوشش کرے۔ اس کا ذکر حدیث میں بھی ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پُر اثر و عظ کیا جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ دل ڈر گئے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! یہ تو ایسی نصیحت ہے جیسے ایک الوداع کہنے والا وصیت کرتا ہے۔ ہمیں کوئی ایسی ہدایت فرمائیے کہ ہم صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں ایک روشن اور پمکدار راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے۔ سوائے بد بخت کے اس سے کوئی بھٹک نہیں سکتا اور تم میں سے جو شخص رہا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا۔ ایسے حالات میں تمہیں میری جانی بچپانی سنت پر چلنا چاہیے اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر چلنا چاہیے تم اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ حبشی غلام ہی تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے۔ اس دین کو تم مضبوطی سے پکڑو۔ نیز فرمایا:

إِنَّمَا الْهُدَىٰ كَالْجَبَلِ الْأَنْفِ حَيْثُمَا انْقَادَ

یعنی مومن کی مثال نکیل والے اونٹ کی سی ہے۔ جدھر اُسے لے جاؤ وہ اُدھر چل پڑتا ہے اور اطاعت کا عادی ہوتا ہے۔

(حدیقتہ الصالحین حدیث نمبر 630 صفحہ 599-600)

اونٹ کی صفات کے بیان میں کتب میں لکھا ہے کہ اونٹ اپنی پوری طاقت اور قوت کے باوجود نہایت مطیع اور فرنیہ دار جانور ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی مہار ہاتھ میں لے کر جدھر اس کا دل چاہے انہیں لے کر جاسکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

”دیکھو! اونٹ کتنا بڑا حیوان ہے مگر ایک بچہ بھی نکیل ڈال کر کہیں کا کہیں لئے پھرتا ہے مگر گڑھے میں داخل کرنے کے لئے اُسے کھینچیں تو وہ نہیں جاتا۔ صرف اس لئے اُسے صحیح علم گڑھے کا حاصل ہے وہ یہ کہ اس میں ہلاکت ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 448)

اہلِ اہل کے مضمون کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتباع امام سے انضباط کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”قرآن شریف میں جو یہ آیت آتی ہے اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (الغاشیہ: 18) یہ آیت نبوت اور امامت کے مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے بڑی معاون ہے۔ اونٹ کے عربی میں ہزار کے قریب نام ہیں اور پھر ان ناموں میں سے اہل کے لفظ کو جو لیا گیا ہے۔ اس میں کیا ستر ہے؟ کیوں اِلَى الْجِبَلِ بھی تو ہو سکتا تھا؟۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اہل کے لفظ کو کہتے ہیں اور اہل اسم جمع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کو چونکہ تمدنی اور اجماعی حالت کا دکھانا مقصود تھا اور جبل میں جو ایک اونٹ پر بولا جاتا ہے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا، اس لئے اہل کے لفظ کو پسند فرمایا۔ اونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوت رکھی ہے۔ دیکھو! اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اس اونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں اور وہ اونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیش رو کے ہوتا ہے۔ وہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقف ہو۔ پھر سب اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور ان میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہوس پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے جانوروں میں ہے جیسے گھوڑے وغیرہ میں۔ گویا اونٹ کی سرشت میں اتباع امام کا مسئلہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اَفَلَا يَنْظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ کہہ کر اس مجموعی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ اونٹ ایک قطار میں جا رہے ہوں۔ اسی طرح پر یہ ضروری ہے کہ تمدنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے ایک امام ہو۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ قطار سفر کے وقت ہوتی ہے۔ پس دنیا کے سفر کو قطع کرنے کے واسطے جب تک ایک امام نہ ہو انسان بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جاوے۔ پھر اونٹ زیادہ بارکش اور زیادہ چلنے والا ہے۔ اس سے صبر و برداشت کا سبق ملتا ہے۔ پھر اونٹ کا خاصہ یہ ہے کہ وہ لمبے سفروں میں کئی کئی دنوں کا پانی جمع رکھتا ہے۔ غافل نہیں ہوتا۔ پس مومن کو بھی ہر وقت اپنے سفر کے لئے طیار اور محتاط رہنا چاہئے۔ اور بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔ فَإِنَّ خَيْرَ الرَّادِّ التَّقْوَى (البقرہ: 198)

اَفَلَا يَنْظُرُونَ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھنا بچوں کی طرح دیکھنا نہیں ہے، بلکہ اس سے اتباع کا سبق ملتا ہے کہ جس طرح اونٹ میں تمدنی اور اتحادی حالت کو دکھایا گیا ہے اور ان میں اتباع امام کی قوت ہے۔ اسی طرح پر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتباع امام اپنا شعار بناوے، کیونکہ اونٹ جو اس کے خادم ہیں ان میں بھی یہ مادہ موجود ہے۔ كَيْفَ خُلِقَتْ میں ان فوائد جامع کی طرف اشارہ ہے جو اہل کی مجموعی حالت سے پہنچتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 18-19 ایڈیشن 2016ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ اس آیت کی تفسیر میں اونٹ کی صفات کا ذکر کر کے مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس آیت شریفہ اور اس کے مابعد کی آیتوں میں صبر اور استقلال اور مصائب کے وقت یک رنگی کا بیان ہے۔ سب سے پہلے اونٹ کا ذکر فرمایا کہ کس طرح وہ بارکش اور نافع لئناس وجود ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

بر	خواں	اَفَلَا	يَنْظُرُونَ	قدرت	ما	بنی
بکرہ	بشتر	بنگر	تا	صنع	خدا	بنی
در	خار	خوری	قانع،	در	بار	کشی
ایں	وصف	اگر	جوئی	در	اہل	صفا
						بنی

جماعت کے ساتھ جڑے رہیں گے اور فرمانبرداری کا جو اپنی گردنوں پر رکھیں گے۔ اہل سے اپیل کے معنی راہب کے ہیں یعنی تربیت کرنے والا، راہنمائی کرنے والا جو ہمارے پیارے خلیفہ باحسن طریق نبھا رہے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْ اِمَامَنَا بِرُوحِ الْقُدُسِ وَكُنْ مَعَهُ حَيْثُ مَا كَانَ۔

ویسے تو اطاعت اور فرمانبرداری کے حوالے سے بہت سے جانوروں کی مثال دی جاسکتی ہے۔ چونکہ اونٹ عرب کے صحرا کا جانور تھا جو بڑا فائدہ مند تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال دی ہے۔ اس کے دیگر فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ یہ اکیلا تو چلتا ہی ہے لیکن اکثر سواریاں لے کر چلتا ہے۔ مال برداری بھی کرتا ہے۔ ایک مؤمن کو بھی چاہیے کہ وہ اکیلا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرے ضرور مگر اپنے ساتھ اپنے اہل خاندان، عزیز و اقارب اور دوستوں کو ساتھ لے کر چلے۔ پھر دوسری خوبی یہ ہے کہ اونٹ میلوں میل چلتا چلا جاتا ہے۔ بغیر پانی کے، بغیر غذا کے۔ ایک مؤمن کو بھی بغیر تھکن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کو جاری رکھنا چاہیے۔ پھر وہ اپنی غذا کو لمبے عرصے کے لیے اپنے اندر جمع کر لیتا ہے کہتے ہیں کہ کوہان میں پانی ذخیرہ کرتا ہے۔ بعض لکھتے ہیں ہیں کہ کوہان میں جمع چربی اس کے لیے غذا اور پانی کے کام آتی ہے۔ الغرض جو بھی ہو وہ بڑے صبر اور استقامت سے اطاعت کرتا ہوا چلتا چلا جاتا ہے۔ بعینہ ایک مؤمن کو اس کے تتبع میں روحانی غذا کی Storage کے ساتھ مسلسل روحانی میدان میں آگے سے آگے بڑھتے چل جانا چاہیے۔

خلافت ایک حصار ہے۔ صاحب ایمان لوگوں کے پختہ ایمان اور اعمالِ صالحہ اس حصار کے لیے مضبوطی کا باعث بنتے ہیں۔ جس پر خدا کے فضل پانی کی اُس آبشار کی طرح مسلسل نازل ہوتے ہیں جو بلند یوں سے اُتر ویران اور اُداس وادیوں کو سیراب کر جاتی ہے۔

سامعین! قرآن کریم کے مختلف مواضع اور اسباق میں سے ایک اہم سبق اللہ کی بنائی ہوئی کائنات اور اشیاء پر غور و فکر اور غور و خوض کرنا بھی ہے۔ جس میں اللہ کے آخری صحیفہ القرآن پر غور و خوض کرتے رہنے میں بھی سبق موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کچھ جانوروں، چرند پرند اور حشرات کا ذکر فرمایا ہے۔ ہم اگر ان پر غور کریں تو ان سے بہت سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔

وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ (اور بے ساختہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے ہر گز یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ پاک ہے تو۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (آل عمران: 192)

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اطاعت کے حوالے سے شہد کی مکھی کی مثال سورۃ النحل میں یوں دی ہے۔

وَأَوْسَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ (النحل: 69)

کہ تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں بھی اور درختوں میں بھی اور ان (بیلوں) میں جو وہ اونچے سہاروں پر چڑھاتے ہیں گھر بنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں وحی کی عظمت کا بیان شہد کی مکھی کی مثال دے کر فرمایا ہے۔ کسی دوسرے جانور پر وحی کے نزول کا ذکر نہیں ملتا۔ شہد کی مکھی کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر گندگی سے پاک کر دیا۔ یہ اپنے گھر بھی پہاڑوں پر اور بلند درختوں پر اور ان بیلوں پر بناتی ہے جو بلند سہاروں پر چڑھائی جاتی ہیں۔ پھر اس پر وحی کی گئی کہ وہ ہر پھول سے اس کارس لے کر اور اس سے عرق نچوڑ کر وہ جو شہد بناتی ہے اس میں انسانوں کے لئے ایک عظیم الشان شفا رکھ دی گئی ہے۔

سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے شہد کی مکھی کی زندگی کی جو قابل توجہ نشانیاں بیان کی ہیں ان کی طرف ایک معنی خیز اشارہ کیا ہے۔ شہد کی مکھیوں کی زندگی اور ان کا اجتماعی طرز حیات اور ان کی صنعت کاری کا مطالعہ انسانی عقل کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ اس مخلوق نے مثالی نظم و ضبط اور ہنر مندی کہاں سے حاصل کی ہے؟ قرآن مجید اس کا جواب مندرجہ بالا الفاظ میں دیتا ہے کہ

”تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ درختوں، پہاڑوں اور لوگوں کے بنائے ہوئے عرشوں اور چٹانوں (اونچی جگہیں) میں گھر بنا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس کی ہنر مندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ، الہام اور ہدایت کے تحت ہے اور اس کی زندگی میں ہدایت کے متلاشی انسانوں کے لیے اللہ کی وحدانیت کا سبق ہے۔ جیسا کہ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور اپنے رب کے رستوں پر عاجزی کرتے ہوئے چل۔ ان کے بیٹوں میں سے ایسا مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور اس میں انسانوں کے لئے ایک بڑی شفا ہے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے بہت بڑا نشان ہے۔“ (النحل: 70)

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ شہد کی مکھی صبح سویرے نکلتی ہیں اور پھولوں والی جگہ سے پھولوں کا رس لیتی ہیں اپنی ساتھیوں کو بھی بتاتی ہیں۔ یہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ رزق کی تلاش میں صبح نکلنے میں برکت ہے۔ شہد کی مکھی سے ہمیں صفائی کا بھی سبق ملتا ہے۔ شہد کی مکھیوں کا چھتہ بہت صاف ستھرا ہوتا ہے اور وہ اپنے چھتے میں کسی قسم کا گند

نہیں آنے دیتیں۔ شہد کی مکھیوں میں بھی ایک سردار مکھی ہوتی ہے جسے امیر النحل کہا جاتا ہے تمام مکھیاں اس کی تابعدار ہوتی ہیں۔ خلافت کے نظام سے مکھی کے نظام کو بہت مشابہت ہے جس طرح مکھیاں اپنی ملکہ کی اطاعت کرتی ہیں اسی طرح نظام خلافت میں خلیفہ کے تابع افراد اپنے خلیفہ اور امام کی مکمل تابعداری کرتے اور جس طرح مکھیاں مختلف النوع اقسام کے رنگوں اور ذائقوں کا شہد تیار کرتی ہیں مگر سب میں شفاء یکساں طور پر موجود ہوتی ہے اسی طرح خلافت کے تابع دنیا بھر کے افراد کی اطاعت و فرمانبرداری، ایمان و ایقان، افعال و اعمال اور تقویٰ و پاسداری یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بن رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شہد کو فیئہ شِفَاءً لِلنَّاسِ کہا ہے یعنی اس میں انسانوں کے لیے شفا ہے اور آج کی جدید تحقیق اس بات کی تائید کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شہد کو صحبت صالحین کے ساتھ بھی ملایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”عبادت شاقہ جو لوگ برداشت کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں ہر ایک تلخی و کدورت کو جھیلنے کے لیے طیار ہو جاتے ہیں وہ شہد کی طرح ایک شیرینی اور حلاوت پاتے ہیں جیسے شہد فیئہ شِفَاءً لِلنَّاسِ کا مصداق ہے یہ لوگ بھی ایک تریاق ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت میں آنے والے بہت سے امراض سے نجات پاتے ہیں۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النحل صفحہ 65)

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اطاعت کے حوالے سے چیونٹی کی مثال سورۃ النمل میں دی ہے۔ چیونٹی کو عربی میں نمل کہتے ہیں۔ چیونٹی کبھی تنہا نہیں رہتی بلکہ کالونیوں میں رہتی ہے اور کوئی چیونٹی کبھی اپنے کام میں کوتاہی نہیں کرتی۔ ہر چیونٹی کے دو کام ہیں یعنی غذا جمع کرنا اور اپنے بل کی حفاظت کرنا۔ غذا سب چیونٹیاں مل جُل کر کھاتی ہیں۔ چیونٹیاں سماجی جاندار ہیں اور بڑی بڑی بستوں میں گروہوں کی شکل میں رہتی ہیں۔ فوجی چیونٹیاں لاکھوں کی تعداد میں قطار بنا کر چلتی ہیں اور راستے میں آنے والی ہر چیز کھانے کی کوشش کرتی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ فرماتے ہیں:

”چیونٹیوں میں بہت بڑا بھاری نظام ہوتا ہے۔ یہ ہاتھوں سے بات کرتی ہے، انسان کی طرح اپنی لاش کی حفاظت کرتی ہے، غلے کا ڈھیر رکھتی ہے، سردی اور گرمی کے مکانات علیحدہ علیحدہ رکھتی ہے، چوبارے بناتی ہے۔ ایک قسم کا کیڑا جس میں سے ایک مادہ نکلتا ہے جو چیونٹی کے لیے دودھ کا کام دیتا ہے، اُن کیڑوں کو یہ جمع کر کے اپنے گھروں میں رکھتی ہیں اور اُن کی غذا کا خیال رکھتی ہیں اور جب غلے کی کمی ہو تو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ان کیڑوں کو پہلے غذا دیتی ہیں، پھر بچ رہے تو خود کھاتی ہیں۔ ان میں لڑائیاں بھی ہوتی ہیں، صلح بھی ہوتی ہے۔ غرض ایک وسیع نظام ان میں پایا جاتا ہے۔ یہ سب ایک قسم کی وحی خفی کے نتیجہ میں ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد چہارم)

اس سے انسان کو حقوق العباد کا سبق سیکھنا چاہیے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جُل کر رہیں ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ جس طرح چیونٹی ایک ننھی سی جان ہے لیکن جب ساری چیونٹیاں اکٹھی ہو جائیں تو جاندار کیڑے مکوڑوں اور زندہ سانپ کو بھی کھا جاتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:

”شہید اپنے قتل کی بس اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تکلیف تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے پر محسوس کرتا ہے۔“ (ترمذی فضائل الجہاد)

یعنی جو شخص خدا کی راہ میں اپنی جان دینے میں خوشی محسوس کرتا ہے اور اس کا نفس مطمئن ہوتا ہے اس کو اس شہادت کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں عطا ہوں گی ان کے مقابلے میں اس کو شہادت کی تکلیف ایک چیونٹی کے کاٹنے کے برابر ہوگی۔

ہم روزانہ ہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ چیونٹیوں کی آمدورفت کے وقت وہ منہ سے منہ جوڑ کر حفاظت کا پیغام دیتی جاتی ہیں اور اگر خطرہ محسوس ہو تو فوراً disperse ہو جاتی ہیں۔ مومنوں کے سبق سیکھنے کے لیے یہ بھی اطاعت کا ایک نظام ہے۔

سامعین! اس کے علاوہ ہمیں ایک سورۃ الانعام ہے جس کے معانی چار پائیوں کے ہیں۔ اس میں کچھ جانوروں کا ذکر ملتا ہے جن میں بھیڑ بھی شامل ہے۔ بھیڑ بھی انسانوں کو گوشت اور اون مہیا کرتی ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں اس واقعہ میں کیا گیا ہے جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ ایک بھیڑ بھیج دی۔ اس واقعہ سے ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری چیز خدا کی راہ میں قربان کرنے کا سبق ملتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ فرماتے ہیں کہ

”کنعانیوں میں جو قدیم باشندے فلسطین کے تھے انسانی قربانی کا رواج تھا۔ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام جو اُن میں مانے ہوئے بزرگ اور ذی رعب تھے، باہمہ جاہ حشمت بیٹے کی قربانی پر بایں کہ بیٹا بھی راضی ہو چکا تھا مینڈھا ذبح کر دیا اور اس طریق سے انسانی قربانی کے بجائے حیوانی قربانی قائم کر دی اور اب تک گویا کروڑوں جانوں کو بچا لیا۔“ (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 476)

سامعین! سورۃ البقرہ میں بقرہ کا ذکر ملتا ہے جسے اردو میں گائے کہا جاتا ہے۔ گائے ایک پالتو اور بے ضرر جانور ہے۔ امن پسند اتنا کہ کسی کو کبھی بھی کوئی نقصان نہیں۔ فائدہ ہی فائدہ دیتی ہے۔ ایک سادہ صفت انسان کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ ”وہ تو زری گائے ہے“۔ اس کا دودھ باقی تمام دودھ دینے والے جانوروں سے خوش ذائقہ اور غذائیت سے بھرپور تصور کیا جاتا ہے۔ بیمار حضرات کو ڈاکٹر ز گائے کا دودھ پینے کا مشورہ دیتے ہیں اور جو مائیں اپنا دودھ بچوں کو کسی وجہ سے نہ پلا سکیں انہیں بھی اپنے بچوں کو گائے کا دودھ پلانے کی ترغیب دی جاتی ہے کیونکہ یہ زود ہضم ہوتا ہے اور ان علامات میں ہم سب کے لئے بہت سے سبق مضمّن ہیں۔ پہلے زمانے میں اور آج بھی ہندو مذہب میں گائے کی پوجا کی جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ان الفاظ میں دیا تھا۔ **وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبُحُوا بَقَرَةً ۗ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُؤًا قَالِ اعْوِذْ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ** (البقرہ: 68) کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک (امتیاز رکھنے والی) گائے کو ذبح کرو۔ انہوں نے کہا کیا تو ہمیں ہنسی کا نشانہ بنا رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

سامعین! اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کسی بھی نبی کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے اور عمل کرنے کی بجائے اس پر بحث کرنا بے ادبی اور بے عقلی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا۔ نبی بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل میں چونکہ گائے کی بت پرستی رائج تھی اور انبیاء ہمیشہ بت پرستی کے خلاف ہوتے ہیں اس لیے گائے کا ذبح کرنے کا حکم دینا بھی بت پرستی کو ختم کرنا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فرعون کے آباء اجداد گائے کی پرستش کرتے تھے.... جب بنی اسرائیل سے آئے تو یار بن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زیر اثر تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد انہوں نے پچھڑے کی پرستش کی۔ گائے کو تو پہلے ہی مانتے تھے.... انبیاء کو تو شرک سے نفرت ہی ہوتی ہے موسیٰ علیہ السلام کو پچھڑے کی پرستش بری لگی.... سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے کی قربانی کرو۔ عادت بری بلا ہے۔ لگے ہیچ بیچ بنانے۔ سیدھی بات تھی گائے ذبح کر دیتے.... موسیٰ اتنا بڑا اولوالعزم نبی تھا کتنے نشان دکھلائے.... ان کے دل میں کوئی ادب معلوم نہیں ہوتا اور کہنے لگے۔ آپ ہنسی کرتے ہیں کہا اعوذ باللہ یہ تو جاہلوں کا کام ہے۔ ہماری سرکار نے فرمایا، صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے بڑا عالم اور متقی ہوں ٹھٹھایا محول کرنا عالم کا کام نہیں۔“

(الفرقان جلد اول صفحہ 172)

پیارے بھائیو! قرآن کریم ہمیں تدبّر اور غور و فکر اور جستجو کا حکم دیتا ہے۔ فرماتا ہے **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْتَبِرُونَ** (النحل: 70) تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ بس اس تفکر اور تدبّر میں ایک سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے کا شکر ادا کرتے رہیں کہ اُس نے ہمیں اشرف المخلوق بنایا ہے اور ہمیں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے لئے زبان عطا فرمائی۔ سوچ و بچار کے لئے دماغ دیا۔ ان نعماء کی بدولت ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے ہیں۔ اُس کی تسبیح و تحمید کرتے اور اُس کا حکم مانتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین

جمال و حُسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے
 قمر ہے چاند اوروں کا، ہمارا چاند قرآن ہے
 نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
 بھلا کیونکر نہ ہو کیتا کلامِ پاکِ رحماں ہے

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

